خواطر کا مفہوم اور بیعتِ طریقت کی اہمیت: لمعات التنقیح کا تجزیاتی مطالعہ

The Concept of “Khawātir” (Thoughts) and the Significance of the "Bay'at-e-Ṭariqat" (Pledge for Spiritual Guidance): An Analytical Study of 'Lama'āt al-Tanqiḥ fi Sharḥ Mishkāt al-Maṣābiḥ

Muhammad Yousuf
Research Associate, Department of Islamic Thought,
History and Culture Allama Iqbal Open University, Islamabad
Email: Muhammad.yousuf@aiou.edu.pk

Abstract
This article elucidates the concepts of "thoughts (خواطر) "and "the pledge of spiritual guidance ,(بیعتِ طریقت) "emphasizing their significance and necessity within the framework of Sufism. It clarifies the terminological meaning of the pledge, referencing the root (ب-ی-ع) in the Holy Quran to establish a foundational understanding. The discourse highlights the importance of establishing a connection with a spiritual guide (شیخ) for the purpose of heart purification, while also exploring the fundamental principles of Sufism. Central to this discussion is the notion that heart purification is essential, alongside a detailed examination of thoughts, which encompasses the ideas that emerge in the human mind and their subsequent impacts. Additionally, the article addresses the concept of steadfastness ,(استقامت) which is portrayed as a vital means for attaining spiritual growth and moral enhancement through the pledge. Overall, this comprehensive analytical study underscores that the pledge of spiritual guidance constitutes not merely a spiritual contract but also plays an integral role in fostering an individual's ethical and spiritual development.
KeyWords: Thoughtsخواطر) , Pledge of Spiritual Guidance بیعتِ) (طریقت, Sufism, Heart Purification, Spiritual Guide(شیخ) , Ethical Development, Spiritual Growth, Steadfastness(استقامت)

موضوع کا تعارف

انسان کے دل میں آنے والے خیالات، جنہیں صوفیاء کے ہاں "خواطر" کہا جاتا ہے، بنیادی طور پر تین اقسام میں تقسیم ہوتے ہیں: فرشتے کی جانب سے آنے والے خیالات کو الہام، شیطان کی جانب سے آنے والے خیالات کو وسوسہ، اور نفس کی جانب سے آنے والے خیالات کو ہواجس کہتے ہیں۔ یہ خواطر انسان کی سوچ اور عمل

کی بنیاد بنتے ہیں۔ بیعت، جو کہ تصوف کی ایک اہم اصطلاح ہے، شیخ اور مرُید کے درمیان ایک معاہدہ ہے۔ اس معاہدے کے تحت، شیخ مرُید کو روحانی تعلیم دینے کا عہد کرتا ہے جبکہ مرُید اس تعلیم پر عمل کرنے کا عزم کرتا ہے۔ بیعت کا مقصد ظاہری اور باطنی اعمال کی پابندی ہے، جس میں مرُید اپنے شیخ کو دل سے اپنا رہنما تسلیم کرتا ہے۔ یہ عمل "بیعت طریقت" کہلاتا ہے اور صوفیاء کے ہاں ایک مستند طریقہ کار کے طور پر رائج ہے۔ بیعت کی شرعی حیثیت سنت مستحبہ کی ہے، جس کے ذریعے مرُید کو فرائض، واجبات، اور سنن پر عمل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اس کے علاوہ، بیعت کے ذریعے بعض خوش نصیبوں کو روحانی نسبت حاصل ہوتی ہے، جو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔ نسبت حاصل کرنے کے لیے تربیت حاصل کرنا فرض عین سمجھا جاتا ہے، اور بیعت اس تربیت کا ایک ذریعہ ہے، حالانکہ یہ سنت مستحبہ بھی ہے۔

تصوف کا مفہوم

علامہ ابو القاسم عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ بن ہوازن، **رسالہ قشیریہ** میں لکھتے ہیں کہ:

«أصل التصوف ملازمة الكتاب والسنة، وترك الأهواء والبدع»1

تصوف کتاب و سنت کو لازم پکڑنے اور ہر خواہش نفس اور بدعت کو چھوڑنے کا نام ہے۔

شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لمعات التنقیح میں تصوف کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

« التصوف هو التشبه بالأعمال والأخلاق»2

تصوف اعمال اور اخلاق کو ایک جیسا بنانے کا نام ہے۔

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں درج ہے کہ

«قَالَ بَعْضُ الْعَارِفِينَ: التَّصَوُّفُ هُوَ الْخُلُقُ»3

بعض عارفین کہتے ہیں کہ تصوف باطن سے متعلق ہے۔

غرض تصوف سے مراد اللہ کے احکام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے۔ جب انسان اللہ جل جلالہ کے احکام پر اس طرح عمل کرے گا کہ اس کا ظاہر اور باطن ایک جیسا ہو گا تو یقیناً وہ اس مقام کو پا لے گا جو اس کو مطلوب ہے۔

دل اصلاح کا محور

دل اصلاح کا محور ہے، اس کا ثبوت ایک حدیث مبارکہ سے ہوتا ہے، **مشکاۃ المصابیح** میں **باب الوسوسة** کے ذیل میں صاحبِ مشکاۃ نے ایک حدیث درج کی ہے، اس میں اس امر کی وضاحت ہے کہ شیطان

اور فرشتہ انسان کے دل پر اثر / وسوسہ ڈالتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«"إِنَّ **لِلشَّيْطَانِ لَمَّةً** بِابْنِ آدَمَ **وَلِلْمَلَكِ لَمَّةً** فَأَمَّا **لَمَّةُ الشَّيْطَانِ** فَإِيعَادٌ بِالشَّرِّ وَتَكْذِيبٌ بِالْحَقِّ وَأَمَّا **لَمَّةُ الْمَلَكِ** فَإِيعَادٌ بِالْخَيْرِ وَتَصْدِيقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَجَدَ ذَلِكَ فَلْيَعْلَمْ أَنَّهُ من الله فليحمد اللَّهَ وَمَنْ وَجَدَ الْأُخْرَى فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ثُمَّ قَرَأَ (الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ ويأمركم بالفحشاء) الْآيَة)»4

شیطان ابن آدم کے دل میں خیال ڈالتا ہے اور فرشتہ بھی خیال ڈالتا ہے۔ رہا شیطان کا وسوسہ ڈالنا تو وہ شر اور حق کے جھٹلانے کا عندیہ دیتا ہے، اور فرشتے کا خیال ڈالنا تو وہ خیر اور تصدیق حق کا عندہ دیتا ہے، جو شخص اس طرح کا خیال محسوس کرے تو وہ جان لے کہ یہ اللہ جل جلالہ کی طرف سے ہے، پس وہ اللہ جل جلالہ کا شکر ادا کرے، اور جو شخص دوسرا خیال پائے تو وہ شیطان مردود سے اللہ جل جلالہ کی پناہ طلب کرے۔" پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ﴾5 شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کی تشریح میں دل اور اس کے اثر پکڑنے پر سیر حاصل گفت گو کی ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث نقل کی جس میں یہ ذکر کیا گیا کہ انسان کے دل میں شیطان بھی خیال ڈالتا ہے اور اسی طرح فرشتہ بھی خیال ڈالتا ہے اور دونوں کے خیال ڈالنے میں فرق ہوتا ہے۔

اس حدیث کی تشریح میں شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لَمَّةً کی تشریح کرتے ہوئے قرآن مجید کی آیت میں سے لفظ 'یَعِدُکُمْ' اور **القاموس** کے حوالے سے بحث کرتے ہیں کہ یہ لفظ أَلَمّ سے ماخوذ ہے۔6 ان دونوں الفاظ کے مجموعہ سے میں اس کا معنٰی نزول، قربت اور وقوع ہے۔ تکلم سے ان دونوں معانی میں کوئی خاص فرق نہیں آتا، البتہ ابوابِ صرفی کی تشریح میں الفاظ کی تبدیلی ممکن ہو سکتی ہے۔

دل کی اصلاح کا طریقہ

دل کی اصلاح کس طرح ممکن ہے؟ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی ضاحت کے لیے اپنے شیخ **عبد الوہاب المتقی** رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب (**مفاتيح الغيوب في معرفة خواطر القلوب**) میں دل کو ایک حوض سے تشبیہ قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ

«مثل القلب كمثل حوض يقع من جوانبه أنهار، فنهر من ماء، ونهر من لبن، ونهر من دم،

ونهر من بول، ونهر من صديد، وتجتمع المياه كلها في ذلك الحوض حتى امتلأ»7

دل کی مثال ایک حوض کی ہے، اور حوض میں کناروں پر مختلف نہریں گرتی ہیں، وہ نہر پانی کی ہو، دودھ کی ہو، خون کی ہو، پیشاب کی ہو یا پیپ کا دریا ہو، سارا پانی اس حوض میں جمع ہو جاتا ہے، جب تک کہ وہ بھر نہ جائے۔

پھر فرماتے ہیں کہ اس دل کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ:

«إنما يكون إذا سدّ خوخات الأنهار عن الوقوع في الحوض، ثم يعالج في إخراج ما يجتمع فيه من المياه الطاهرة والنجسة كلها، ثم يفتح خوخات الأنهار التي هي طاهرة ويسدّ ما دونها، فحينئذ يمتلئ الحوض بالمياه الطاهرة، ويتطهر عن المياه النجسة، فمن أراد تطهير ذلك من غير هذا الطريق تعب وضيع عمره»8

پہلے ان تمام نہروں کو حوض میں گرنے سے روکا جائے۔ پھر اس پاک حوض اور پاک پانی میں سے نجاست اور ناپاک پانی کو نکالنے کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ پھر پاک پانی کی نہروں کو کھولا جاتا ہے، اب حوض میں جو پانی جمع ہو گا وہ پاک صاف ہو گا، اور کنواں نجاست سے پاک ہو گا۔ اس کے علاوہ کسی اور طریقے سے حوض کو پاک کرنے کی کوشش کی جائے گی تو تھک جائے گا اور عمر ضائع کر بیٹھے گا، لیکن حوض کسی صورت پاک نہ ہو گا۔

اسی طرح دل حوض کی مانند ہے، اور جتنے بھی حواس اور خیالات دل میں آتے ہیں وہ سب ان نہروں کی مانند ہیں، اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

«فكذلك القلب حوض، والحواس كلها مثل الأنهار يقع منها فيه أنواع الخير والشر فامتلأ بذلك، فمن أراد تطهيره فعليه أولًا بسدِّ جميع الحواس، وثانيًا بإخراج ما اجتمع في القلب من الحواس من الخير والشر بمعرفة الذكر، وثالثًا بفتح ما هي طاهرة محمودة، وسدّ ما هي نجسة مذمومة، فإذا أراد تطهيره من غير هذا الطريق تعب وضيع عمره»9

اس لیے دل ایک حوض ہے اور تمام حواس ان ندیوں کی مانند ہیں جن سے ہر قسم کی نیکی اور بدی اس دل میں گرتی ہے۔ وہ دل ان حواس سے بھر جاتا ہے، جو شخص اسے پاک کرنا چاہتا ہے اسے پہلے تمام حواس کو ختم کرنا چاہیے، اور پھر اس میں جو کچھ جمع کیا ہے اسے نکالے، دل کو پاک کرے، تاکہ صاف اور ناپاک، یعنی نیکی اور بدی کی پہچان ہو سکے، اور جب یہ فرق معلوم ہو جائے تو جو ناپاک اور قابلِ ملامت ہو اسے بند کر کے ہر اس بات کو دل میں داخل کریں جو کہ پاک اور قابلِ تعریف ہے۔ اس صورت میں ہی دل کی اصلاح ممکن وگرنہ ناپاک اور قابلِ ملامت اشیا اور امور کے ہوتے ہوئے اگر پاک اور قابلِ تعریف بات کو دل میں داخل کرے گا تو تھک ہار کر زندگی ہار جاتا ہے لیکن دل کی اصلاح اور صفائی ممکن نہیں ہے۔

اس بحث کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ انسان جس طرح اپنے استعمال کے پانی کے حوض اور کنویں کو پاک کرنے

کے کوشاں رہتا ہے، اسی طرح دل کو صاف کرنے کے لیے کوشش کرنی چاہیے، پہلے دل میں آنے والے تمام خیالات کو روکنے کا بندوبست کرے، پھر دل کی صفائی کرے، اور پھر آخر میں دل میں نیک باتوں کو داخل کرے، تب ہی دل کی صفائی ممکن ہو گی، اور اگر ایسا نہ کیا، اور گندگی کے ساتھ صاف باتوں کو دل میں ڈالتا گیا تو دل میں موجود گندگی ان صاف باتوں کو بھی گندہ کرنے میں صرف ہو گی۔

اصلاح قلب کے لیے شیخ سے تعلق کی ضرورت

انسان کو اپنے دل کی اصلاح کے لیے کسی ایسے رہنما کی ضرورت ہے جو دل کو اس کی اچھائیوں اور کدورتوں کے ساتھ پہچانے اور پھر اس دل میں سے کدورتوں کو ختم کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔ کامل شیخ اپنے مریدین کے دل میں اچھائی ڈالنے کی کیفیات سے بھی واقف ہوتا ہے۔ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

«قلت: وقد يكون خاطر الشيخ، فهو إمداد همة الشيخ يصل إلى قلب المريد الطالب مشتملًا على كشف معضل وحلِّ مشكل حصل للمريد في الو اقعات والواردات الربانية»10

(سالک پر اثر کرنے کے لیے) یہ شیخ کا خیال ہو سکتا ہے، کیوں کہ یہ شیخ کے عزم کی تائید ہے جو سالک کے دل تک پہنچتی ہے، جس میں سالک ے دل میں کسی مخمصے کو ظاہر کرنا، سمجھنا اور اس مسئلے کو حل کرنا شامل ہے جو الٰہی حقائق اور واقعات میں سالک کے ساتھ پیش آتا ہے۔

یہ خیال سالک کے دل میں اسی وقت آتا ہے جب وہ اسے شیخ کے ضمیر سے اخذ کر کے دریافت کرتا ہے تو صورت حال واضح ہو جاتی ہے کہ شیخ موجود ہے یا غائب، زندہ ہے یا فوت ہو گیا ہے۔ یہ معاملہ اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کو شیخ علی بن حسام الدین المتقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اے عبد الوہاب! اگر آپ کسی حقیقت یا واقعہ کے بارے میں الجھن میں ہیں تو اسے اپنے دل سے میرے سامنے پیش کریں اور مجھ سے کھینچ کر دریافت کریں، میرے مرنے کے بعد بھی میں نے اسے آزمایا اور جیسا کہ اس نے کہا، اس کو میں نے ویسا ہی پایا۔

ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ یہ خیال بھی حقیقت میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے خیال میں سے ہے۔ کیوں کہ شیخ کا دل غیب کی دنیا کے لیے ایک کھلے دروازے کی مانند ہے، اور وہ طالب اور حق کے درمیان ایک وسیلہ ہے، وہ پاک ہے، اس کی امداد شیخ کے ذریعے سالک کے دل تک پہنچتی ہے۔ 11

خواطر کا مفہوم

انسان جو کچھ کرتا ہے، اس کے لیے انسان کے دل میں شیطان یا فرشتہ کی جانب سے وسوسہ یا اچھا خیال

آتا ہے تب ہی انسان اس کام کی جانب مگن ہوتا ہے، اس وسوسہ اور نیک خیال کے لیے صوفیا کے ہاں ایک اصطلاح 'خاطر / خواطر' کے نام سے استعمال ہوتی ہے۔ خاطر کا ظہور انسان کے دل پر ہوتا ہے، یہ خاطر کبھی تو فرشتے کی جانب سے ہوتا ہے، کبھی شیطان کی جانب سے اور کبھی انسان کے اپنے نفس کی جان سے ہوتا ہے۔ جب یہ خاطر شیطان کی جانب سے ہو تو اسے **وسوسہ** کہتے ہیں، فرشتے کی طرف سے ہو تو اسے **الہام** کہتے ہیں، اور اگر نفس کی طرف سے ہو تو **هواجس** کہتے ہیں۔

شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس موقع پر فرماتے ہیں کہ صوفیا نے خاطر / خواطر کو چار اقسام میں تقسیم کیا ہے:

«اعلم أن المشايخ الصوفية قسموا الخاطر إلى أربعة: حقاني، ونفساني، وملكي، وشيطاني»12

مشائخ صوفیہ نے خاطر / خیال کو چار اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ (1) حقانی، (2) نفسانی، (3) شیطانی (4) ملکی، اس حصہ کی وضاحت شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اشعۃ اللمعات میں ان الفاظ میں ملتی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے، فرماتے ہیں کہ

متاخرین مشائخ میں سے بعض نے فرمایا کہ دل میں آنے والے خطرہ اگر مباح شہوتوں سے متعلق ہو تو وہ خاطر نفسانی ہے، اور اگر حرام چیزوں سے متعلق ہو تو وہ خاطر شیطانی ہے، نیکی اور طاعت سے متعلق ہو تو وہ خاطر ملکی ہے، اور اگر اللہ جل جلالہ کے علاوہ کسی اور چیز سے متعلق ہو تو وہ خاطر حقانی ہے۔ 13

اس حدیث سے ملکی اور شیطانی دو خیالات سمجھ آتے ہیں، شاید یہ نفسیاتی شیطان کی طرف لوٹ جانے کی وجہ سے ہے، اس کی مزید وضاحت میں لکھتے ہیں کہ خواطر یہی چار اقسام پر ہیں، اور انہی کو بیان کرتے ہیں اور انہی کی تفصیل بیان کرتے ہیں، باقی یہ کہاں درج ہیں، اس بارے میں لکھتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں ہے۔

انسان کے دل میں آنے والے خیالات، جنہیں صوفیاء کے ہاں "خواطر" کہا جاتا ہے، سات اقسام میں تقسیم کیے گئے ہیں۔ ان میں سے چھ کا تعلق مخلوقات کے ساتھ ہے، جبکہ ساتویں کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ مخلوقات کے ساتھ تعلق رکھنے والی چھ خواطر یہ ہیں: دنیاوی خاطر، اخروی خاطر، شیطانی خاطر، ملکی خاطر، نفسانی خاطر، اور روحانی خاطر۔ دنیاوی خاطر کی تین اقسام ہیں: پہلی، ماضی کی یاد دہانی جو بے فائدہ ہوتی ہے؛ دوسری، ایسی یاد دہانی جس کا علم نہیں کہ اس پر عمل ہو گا یا نہیں؛ اور تیسری، موجودہ حالات کی یاد دہانی جو دنیا اور آخرت کی تعمیر کا سبب بنتی ہے۔ اخروی خاطر کی تین اقسام میں شامل ہیں: بندے کے لیے حکم کی یاد دہانی جس میں اضافہ یا تخفیف نہیں کی جا سکتی؛ قیامت میں بندے کے سامنا کرنے والے امور کی یاد

دہانی؛ اور ایمان کے امور کی یاد دہانی جو بندے کا لباس ہیں۔ شیطانی خاطر کی اقسام یہ ہیں: نیکیوں سے روکنا؛ ہر طرف سے برائی کا حکم دینا؛ اور خیر کے معانی کو بگاڑنا جبکہ برائی کے معانی کو مضبوط کرنا۔ ملکی خاطر کی تین اقسام میں شامل ہیں: ہر طرح سے احسان کا حکم دینا؛ برائی سے منع کرنا؛ اور خیر کے معانی کو مضبوط کرنے کی ترغیب دینا۔ نفسانی خاطر کی اقسام میں خواہشات اور کھانے کی چیزوں کا مطالبہ کرنا؛ تکبر اور ظاہری شکل و صورت پر زور دینا؛ اور حوصلہ شکنی کے ذریعے اچھائی کو کمزور کرنا شامل ہیں۔ آخر میں، روحانی خاطر کی اقسام میں پست اخلاق سے بچنا؛ اچھے اخلاق کا حامل ہونا؛ اور مملکت کو اس کے حقوق دینے کا حکم شامل ہے۔ یہ تمام خواطر انسان کی سوچ و عمل پر اثر انداز ہوتے ہیں اور ان کی تفصیل شیخ محدث دہلوی نے بیان کی ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہر قسم کے خواطر انسان کی روحانی و اخلاقی حالت پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔

خواطر اربعہ سے مراد

شرح فصوص الحکم میں خواطر اربعہ کا مفہوم ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے:

ويقرب من ذلك علم الخواطر ، فان كل خاطر معه سلطنة وغلبة لا ينتفى بالنفي وكثرة الذكر ويزداد قوة ولا يزال بتكرر فلم يكن فيه حظ للنفس فهو إلهي حقاني. وكلما يبعث على الخير ويحذر عن الشر فهو ملكي، وكلما يبعث على الشر والمعصية ومخالفة حكم الحق فهو شيطاني، وكلما يبعث على اللذة والشهوة فهو نفساني14

خاطر سے مراد ہے کہ ہر خیال کے ساتھ اختیار اور غلبہ ہوتا ہے، جس کی نفی کثرتِ ذکر سے نہیں ہوتی، بلکہ اس سے قوت میں اضافہ ہوتا ہے، اور اختیار اور غلبہ تکرار سے باقی رہتا ہے۔ اور روح کے لیے اس میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

1. ہر وہ خیال جو اللہ کے فضل سے ہوتا ہے وہ الٰہی حقانی ہے۔
2. وہ خیال اور خاطر جو نیکی کی ترغیب دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے، وہ شاہی ہے۔
3. وہ خیال جو برائی، نافرمانی اور حق کی خلاف ورزی کی ترغیب دیتا ہے، وہ شیطانی ہے۔
4. اور وہ خیال جب بھی لذت اور خواہش کی ترغیب دیتا ہے وہ نفسانی کہلاتا ہے۔

شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ساتویں خاطر کو الگ سے ذکر کرتے ہیں، اسے بھی درج ذیل پوائنٹ کی صورت میں سمجھا جا سکتا ہے، اس خاطر کے ذریعے سے خیالات مکمل ہوتے ہیں اور یہ حق تعالیٰ کی فکر ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں:

a. یہ وسیلہ سے آتی ہے، اور اس کا وسیلہ اوپر بیان کیے گئے تمام خیالات ہیں، کیوں کہ وہ اس کے ساتھ شامل کیے

گئے ہیں۔ اعلیٰ ترین، حقیقت میں اور دوسروں کے لیے استعاراتی طور پر

b. یہ قوت کے اعتبار سے راز کا جواب دیتا ہے، اور اس سے جدا ہونا یا اس سے الگ ہونا ممکن نہیں۔ وہ اس کے تابع ہو جاتا ہے، اور خدا اپنے حکم پر قابو رکھتا ہے۔15

مؤمن کی پہچان

مشکاۃ المصابیح میں کتاب الایمان کے ذیل میں مسند احمد سے ایک حدیث نقل کی گئی ہے، حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر ایمان کی صحت اور تندرستی کے بارے میں سوال کرتا ہے کہ ایمان کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمن کی پہچان ذکر کی فرمایا« إِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ» جب تیری نیکی تجھے اچھی لگے اور تیری برائی تجھے بری محسوس ہو تو تُو مؤمن ہے۔ پھر اس شخص نے سوال کیا کہ گناہ کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا« إِذَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ شَيْءٌ فَدَعْهُ» جب کوئی چیز تیرے جی میں کھٹکے تو تُو اس چیز کو چھوڑ دے۔16

شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث میں **(قال: إذا سرتك حسنتك... إلخ)** کی تشریح میں فرمایا کہ جب تیرا نیک عمل تجھے ایسی خوشی اور مسرت دے جو اس بات کی علامت ہو کہ اللہ جل جلالہ نے تجھے توفیق بخشی، اور اپنے قریب کیا، اسی طرح کوئی برا کام تجھے غم میں ڈال دے کہ یہ عمل مجھے اللہ جل جلالہ کی پکڑ میں ڈالنے کا باعث ہے اور مجھ سے یہ عمل کیوں ہو گیا تو تُو درست ایمان والا مؤمن ہے۔ یہ سب اس لیے ہے کہ تیرا اس معاملہ میں کُڑھنا ،افسوس کرنا اور ندامت کا سامنا کرنا اس چیز کی علامت ہے کہ تجھے تصدیقِ ایمانی، اور خدا اور اس کے احکام پر یقین کی دولت حاصل ہے۔ اور یہ اس چیز کی علامت ہے کہ روزِ جزا اور جزائے اعمال پر تیرا ایمان ہے۔17

اسی بحث کے ساتھ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ عبد الوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی کتاب **'كتاب الحبل المتين في تقوية اليقين'** کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اس راستے پر چلنے والوں کے لیے چار بنیادی چیزوں پر یقین رکھنا ضروری ہے۔

پہلا نقطہ توحید ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اللہ جل جلالہ کی واحدیت پر ایمان رکھے اور یہ تسلیم کرے کہ اللہ جل جلالہ تمام صفات کمال سے موصوف ہے۔ جو کچھ بھی دنیا میں ہوتا ہے، چاہے وہ نفع ہو یا نقصان، سب اللہ جل جلالہ کے حکم اور تقدیر کے تحت ہے۔ توحید کا یہ عقیدہ بندے کی توجہ کو مخلوقات کے نقصان و نفع سے ہٹا کر اللہ جل جلالہ کی طرف مرکوز کر دیتا ہے۔

دوسرا نقطہ توکل ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اللہ جل جلالہ کی طرف سے رزق کی ضمانت پر مکمل یقین

رکھے۔ اس یقین کے نتیجے میں وہ جائز ذرائع اختیار کرتا ہے اور اگر رزق کے ذرائع مہیا نہ ہوں تو بے چینی اور اضطراب میں مبتلا نہیں ہوتا۔

تیسرا نقطہ جزائے اعمال یعنی ثواب اور عذاب پر یقین رکھنا ہے۔ اس یقین کا فائدہ یہ ہے کہ بندہ اللہ جل جلالہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی کوشش کرتا ہے اور معصیت سے دور رہتا ہے۔

چوتھا نقطہ یہ ہے کہ بندے کو یقین ہونا چاہیے کہ اللہ جل جلالہ ہر وقت اس کے تمام حالات اور اعمال سے باخبر ہے۔ اس یقین کے نتیجے میں وہ اپنی اصلاح کی کوشش کرتا ہے اور اپنی باطنی حالت کو بہتر بنانے میں جدوجہد کرتا ہے۔

شيخ ابن عطاء الله الإسكندري الشاذلي رحمۃ اللہ علیہ 18 کی کتاب **'كتاب الحكم'** سے نقل کیا ہے جس میں آپ نے دل مردہ ہونے کی علامات بیان کرتے ہوئے کہا کہ جب بندہ نیکیوں کے فوت ہونے پر غمگین نہیں ہوتا یا گناہوں پر نادم نہیں ہوتا، تو یہ دل کی موت کی علامت ہوتی ہے۔19

شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ احمد بن زروق شاذلی رحمۃ اللہ علیہ 20 سے نقل کیا ہے کہ آپ نے اپنی تفسیر میں دل کی زندگی کی تین اقسام بیان کی ہیں:

پہلی قسم وہ دل ہے جو علامات سے متاثر ہو کر نیکیوں کو اپناتا ہے اور برائیوں کو رد کرتا ہے؛

یہ دل زندہ ہے، ورنہ نہیں۔

دوسری قسم وہ دل ہے جو طاقت کی آرزو رکھتا ہے اور تقویٰ کے حصول کے لیے کوشش کرتا ہے؛

یہ بھی زندہ دل ہے، ورنہ نہیں۔

تیسری قسم وہ دل ہے جس میں حقائق قلمبند کیے جاتے ہیں اور جو ان سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ یہ دل اس وقت زندہ ہوتا ہے جب وہ برائیوں کی بجائے نیکیوں میں زیادہ لطف محسوس کرتا ہے؛ ورنہ ایسا نہیں ہوتا۔

اس طرح، دل کی زندگی کی تین اقسام ہیں: ایک صاف دل، جو ایک فرمانبردار مومن کا ہوتا ہے؛ دوسرا کافر اور منافق کا دل؛ اور تیسرا ایک زخمی دل، جو ایک گنہگار مومن کا ہوتا ہے۔

بیعت کا مفہوم

بیعت کی اصل (ب ی ع) ہے، اسی سے **بيعة** (**بروزنِ فعلة**) ہے۔ معاہدہ کرنے والے فریقین میں سے ہر ایک اپنے نفس کو دوسرے پر بیچتا ہے۔ جیسا کہ تالی ہوتی ہے۔ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ **الصفق** کی وضاحت کرتے ہیں کہ "ہاتھ پر ہاتھ مارنا" ہے۔ جب معاہدہ ہو تو ایسا کرنے کا رواج عام ہے۔ یہی اسلوب اور طریقہ بیعت کرنے کا ہوتا ہے، کہ سالک مرشد کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بیعت / معاہدہ / عقد کرتا ہے۔

مشکاۃ المصابیح میں کتاب الایمان کے ذیل میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے، جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمارہے ہیں کہ **بَايِعُونِي**، یعنی مجھ دے بیعت کرو:

«بَايَعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ بِهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ إِلَى اللَّهِ: إِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ " فَبَايَعْنَاهُ عَلَى ذَلِك»21

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت موجود تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مجھ سے اس چیز پر بیعت کرو کہ تم اللہ جل جلالہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کروگے، نہ چوری کروگے، نہ بدکاری، نہ اپنی اولاد کو قتل کروگے نہ کسی پر بہتان لگاؤ گے، نہ ہی اللہ جل جلالہ کے احکام میں سے کسی حکم کی نافرمانی کروگے، تم میں سے جو شخص ان امور میں وعدہ پورا کرے گا اس کا اجر اللہ جل جلالہ کے ذمہ ہے، اور گر کسی نے ان میں سے کسی گناہ کا ارتکاب کیا اور اس کا بدلہ اللہ جل جلالہ نے دنیا میں دے دیا تو اس کے لیے کفارہ ہے، اور جس نے گناہ کیا اور اللہ جل جلالہ نے پردہ رکھا تو اس کا معاملہ اللہ جل جلالہ کے سپرد ہے، اللہ جل جلالہ چاہے تو سزا دے، اللہ جل جلالہ چاہے تو معاف فرمائے، صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وعدہ پر بیعت کرلی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت لیتے وقت چند اہم امور کی نشاندہی کی، جن میں شامل ہیں کہ وہ شرک نہیں کریں گے، چوری نہیں کریں گے، بدکاری سے پرہیز کریں گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے، کسی پر بہتان نہیں لگائیں گے، اور کسی معروف کام میں نافرمانی نہیں کریں گے۔ شیخ دہلوی نے بیعت کا مفہوم واضح کرتے ہوئے کہا ہے کہ "بیعت" کا لفظ (بَايَعُونِي) کا مطلب ہے کہ "میری بیعت کرو، مجھ سے معاہدہ کرو، اور عقد باندھو"۔ یہ ایک ایسا معاہدہ ہے جس میں ایک شخص دوسرے کے ہاتھ پر اپنی زندگی اور عمل کو پیش کرتا ہے، جیسے کہ بیعت کے دوران ہاتھ میں ہاتھ دینا۔ یہ بیعت اسلامی معاشرت میں ایک اہم حیثیت رکھتی ہے، کیونکہ اس کے ذریعے افراد اپنے ایمان کی مضبوطی اور اخلاقی بہتری کے لیے عہد کرتے ہیں۔

اس حدیث کی تشریح میں شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے (بايعوني) کی وضاحت کی ہے۔ اس پر مزید تشریح کرتے ہوئے حاشیہ میں پروفیسر ڈاکٹر تقی الدین ندوی فرماتے ہیں کہ یہ بیعت - بیعتِ سلوک اور بیعتِ مشائخ پر دلیل ہے، کیوں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ جماعت مسلمان تھے، اور اگر یہ بیعت - بیعتِ اسلام نہیں تھی تو کیوں نہ یہ بیعتِ سلوک ہی ہوگی۔ 22 یہ اور اس جیسی دیگر احادیث جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا کہ

«بَايِعُونِي»23 / «تَعَالَوْا بَايِعُونِي»24 / «أتبايعونني»25 / «أُبَايِعُكُمْ»26 یہ تمام احادیث اور ان کے مواقع چونکہ ایسے ہیں کہ اس میں آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہی بول رہے ہیں تو اس لیے یہ کہنا بجا ہو گا کہ یہ **بیعت علی الاسلام** نہیں بلکہ **بیعت علی الطریقة** ہے۔ یہ اور اس جیسی تمام احادیث **بیعت علی الطریقة** کی دلیل ہیں۔

ابنِ خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کا لغوی معنیٰ ذکر کیا ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بیعت اطاعت پر عہد کرنے کا نام ہے یعنی ایک **مبایع** (بیعت کرنے والا) اپنے امیر کے ہاتھ ان شرائط پر بیعت کرتا ہے کہ وہ اپنے نفس اور مسلمانوں کے امور کے بارے میں اس (امیر) کو صوابدیدی اختیار دیتا ہے اور اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ ان امور میں سے کسی امر کے بارے میں امیر سے کسی قسم کا تنازعہ نہیں کرے گا اور اچھے برے حالات میں ان سارے احکامات کی اطاعت کرے گا۔ جن کے بارے میں اس کو امیر مکلف بنائے گا اور جب وہ اپنے امیر سے بیعت ہوتے تھے اور اس کی اطاعت کا عہد کرتے تھے تو اس عہد کی تاکید کے لئے اپنے ہاتھوں کو امیر کے ہاتھ میں دیتے تھے، تو اس فعل کی مشابہت بائع اور مشتری کے فعل سے ہو گئی کہ (جس طرح وہ خرید فروخت کرتے وقت ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے تھے جو اس بات کی علامت ہوتی تھی کہ عقد بیع طے ہو گیا، اس طرح یہاں بھی امیر کے ہاتھوں میں ہاتھ دینا اس بات کی علامت ہے کہ امیر کی اطاعت کا عہد طے ہو گیا ہے) تو اس مشابہت کی بناء پر اس کو بیعت کا نام دیا گیا جو باع کا مصدر ہے اور اس طرح بیعت ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کی ایک شکل بن گئی۔ یہ لغت کے عرف کی بناء پر بیعت کا مدلول ہے 27۔

بیعت کا اصطلاحی مفہوم

حدیث مبارکہ «بَايَعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا ---فَبَايَعْنَاهُ عَلَى ذَلِك»28 کی تشریح میں ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فتح الباری میں لکھتے ہیں:

« وَالْمُبَايَعَةُ عِبَارَةٌ عَنِ الْمُعَاهَدَةِ، سُمِّيَتْ بِذَلِكَ تَشْبِيهًا بِالْمُعَاوَضَةِ الْمَالِيَّةِ كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: {إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ}»29

الْمُبَايَعَةُ (بیعت) معاہدہ سے عبارت ہے، اور اس کو مبایعہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ مالی معاوضہ کے ساتھ اس کو تشبیہ دی گئی ہے، جیسے اللہ جل جلالہ فرمان کہ ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾30 یعنی اللہ جل جلالہ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مومنین جب اپنے مال اور جان کو اللہ جل جلالہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو انہیں اس کے بدلے میں انعام

کے طور پر جنت ملے گی۔ معلوم ہوا کہ تصوف میں 'بیعت' سے مراد انسان کا خود کو کسی شیخ کے واسطے سے اللہ ﷻ کے سپرد کر دینا، تاکہ شیخ اللہ ﷻ کی مرضی کے مطابق سالک کے دل کی اصلاح اس طرح کرے جس طرح اصلاح کا حق ہے۔

قرآن مجید میں مادہ (ب-ی-ع) کا ذکر

قرآن مجید میں لفظ بیعت مختلف مصادر سے بیان ہوا ہے، جیسے يُبَايِعُونَكَ ، تَبَايَعْتُمْ، يُبَايِعُونَ، يُبَايِعْنَكَ، فَبَايِعْهُنَّ، سے ذکر ہوا ہے، ان الفاظ کا معنٰی بھی خود کو اللہ کے سپرد کرنے کے ہیں، خود کو اللہ کے سپرد کرنے کے لیے بھی پہلے واسطہ کے طور پر اللہ کے نبی ﷺ کی ذات بابرکت ہے، پر انسان اللہ کے سپرد ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ **يُبَايِعُونَكَ** إِنَّمَا **يُبَايِعُونَ** اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾31

"(اے نبی ﷺ) بے شک وہ لوگ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ در حقیقت اللہ ﷻ ہی سے بیعت کرتے ہیں، اللہ ﷻ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے، پھر جس نے (بیعت کے بعد) عہد شکنی کی تو اس کا وبال خود اسی پر ہو گا اور جس نے بیعت کو نبھایا جس پر اس نے اللہ ﷻ سے عہد کیا تھا تو وہ اللہ ﷻ جانب سے بڑا ثواب پائے گا۔"

اس آیت میں بیعت الرضوان کا ذکر کیا جا رہا ہے اور یہ بیعت حدیبیہ کے میدان میں ایک کے درخت نیچے ہوئی تھی، صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ اس دن بیعت کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد چودہ سو تھی۔32

اسی طرح **سورة ممتحنة** کی ایک آیت میں مؤمنات سے بیعت کا تذکرہ ملتا ہے، قرآن مجید میں ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ **يُبَايِعْنَكَ** عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ **فَبَايِعْهُنَّ** وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾33

"اے نبی ﷺ جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوں تو ان سے اس معاملہ پر بیعت کرنے کا کہیں کہ اللہ ﷻ کا شریک کچھ نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی (کسی کے بچے کو اپنے شوہر کی طرف منسوب نہ کریں گی) جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ ﷻ سے اُن کی مغفرت چاہو بے شک اللہ ﷻ بخشنے والا مہربان ہے۔"

اس آیات میں خواتین سے بیعت لینے کا ذکر ہے اور یہ بیعتِ رضوان حدیبیہ کے مقام پر لی گئی، لیکن اس میں جن اُمور سے بچنے کی ان خواتین سے بیعت لی گئی ہے ان میں خواتین میں موجود معاشرتی بیماریوں کا ذکر ہے۔ اور یہی وہ معاملات ہیں جن سے بعد کے صوفیا بیعت طریقت میں اپنے متعلقین سے بیعت لیتے آرہے ہیں۔

سنن ابی داؤد میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے طویل فرمان نقل ہے، ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان باتوں پر بیعت کیا کہ:

" فَقَالَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم: أَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَكُنَّا حَدِيثَ عَهْدٍ بِبَيْعَةٍ قُلْنَا: قَدْ بَايَعْنَاكَ حَتَّى قَالَهَا ثَلَاثًا، وَبَسَطْنَا أَيْدِيَنَا، فَبَايَعْنَا، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا قَدْ بَايَعْنَاكَ، فَعَلَامَ نُبَايِعُكَ قَالَ: أَنْ تَعْبُدُوا اللهَ، وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَتُصَلُّوا الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ، وَتَسْمَعُوا وَتُطِيعُوا وَأَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً قَالَ: وَلَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا قَالَ: فَلَقَدْ كَانَ بَعْضُ أُولَئِكَ النَّفَرِيَسْقُطُ سَوْطُهُ فَمَا يَسْأَلُ أَحَدًا أَنْ يُنَاوِلَهُ إِيَّاهُ" 34

1. ہم اللہ کی عبادت کریں۔
2. اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔
3. نماز پنجگانہ ادا کریں۔
4. سنو اور مانو- اور ایک بات آہستہ کہی کہ
5. لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس بیعت کے بعد ان لوگوں کی حالت یہ تھی کہ اگر کسی کا کوڑا بھی گر جاتا تو وہ کوڑا پکڑوانے کے لیے بھی کسی سے نہ کہتا۔

اس حدیث سے بیعت کرنے لیے مرشد اور سالک دونوں کا ہاتھوں میں ہاتھ دینا ثابت ہوتا ہے، شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تالی کا ذکر کر کے یہ ثابت کیا تھا کہ شیخ اور مرید دونوں ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر معاہدہ کرتے ہیں، یہی معاملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تھا، اور یہی معاملہ بیع میں بھی ہوتا ہے، جو دونوں جانب کے افراد رضامندی کا اظہار کرتے ہیں تو ہاتھوں میں ہاتھ دے کر اس عہد اور عقد کو مزید پختہ کرتے ہیں، جس کے لیے مخصوص کلمات پڑھے جاتے ہیں، بیعتِ تصوف میں مرشد اپنے مرید کو کلماتِ تشہد اور دیگر عہد وپیا کے کلمات دوہراتے ہیں، جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ بیعت کے لیے ہاتھوں میں ہاتھ دینا صرف مردوں کے لیے ہے، جب کہ عورتوں کو صرف زبانی پڑھایا جاتا ہے، جس کے بعد مرشد اسے مطلع کرتا ہے کہ میں نے تمہیں اپنے سلسلہ میں بیعت کر دیا ہے۔ معاصر مشائخ عورتوں کو بیعت کرتے ہوئے مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں، شیخ

اپنا ہاتھ پانی میں ڈال کر کہتے ہیں کہ تم بھی اپنا ہاتھ پانی میں ڈالو، بعض مشائخ کپڑے کا ایک کنارہ خود پکڑتے ہیں اور دوسرا کنارہ عورت کو پکڑاتے ہیں۔ شیخ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ان تکلفات کی حاجت نہیں ہے، سنت پر عمل کرنا افضل و اعلیٰ ہے۔

مذکورہ بالا آیات اور احادیث سے بیعت کے حوالے سے چند اہم نکات واضح ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے، شیخ کو سالک کو اپنے سلسلے میں داخل کرتے وقت عمومی توبہ کے ساتھ خاص ان گناہوں سے بھی توبہ کرانی چاہیے جن میں سالک مبتلا ہے، مثلاً اگر سالک نماز کی ادائیگی میں سست ہے تو اسے نماز کی پابندی کا کہے، اور اگر کسی گناہ میں مبتلا ہے تو اس گناہ کو چھوڑنے کی تلقین کرے۔ دوسرا، شیخ کو بیعت لینے کے بعد اپنے مرید کے لیے دعائے مغفرت کرنی چاہیے کہ "اے اللہ، اس کے گزشتہ گناہ بخش دے"۔ تیسرا، اگر کوئی شخص خود کسی گناہ سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے بخشش کا طالب ہو تو یہ ایک معاملہ ہے، جبکہ اللہ کے کسی مقبول بندے کے ہاتھ پر ہاتھ دے کر اپنے گناہوں سے توبہ کرنا ایک الگ معاملہ ہے۔ چوتھا، مسلمانوں کا مشائخ کے ہاتھ پر بیعت طریقت میں شامل ہونا سنت سے ثابت ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا آیات و احادیث میں واضح کیا گیا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ مومن عورتیں نبی کریم ﷺ سے اسی امر کی بیعت کرتی تھیں کہ وہ آئندہ گناہوں سے بچیں گی، اور یہی مشائخ کی بیعت کا مقصد ہے کہ وہ سالک سے اس عزم پر بیعت کرتے ہیں کہ وہ گناہوں سے بچیں گے، اللہ کی عبادت کریں گے، اللہ کے ساتھ کسی شریک نہ کریں گے، اور نماز پابندی سے ادا کریں گے۔ یہ تمام نکات بیعت کی روح اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں، جو کہ روحانی تربیت اور اصلاح نفس کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

سالک سے مراد

طریقت کی راہ پر چلنے والا طالب علم سالک کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، لفظِ سالک–سلک، سلوک سے ماخوذ ہے۔ صوفیا کے ہاں سالک اللہ جل جلالہ کے ان پسندیدہ بندوں میں سے ہے جسے ہدایت کی توفیق دی جاتی ہے، اور یہ اپنی لغزشوں سے توبہ کرکے اللہ جل جلالہ کی جانب رجوع کرنے والوں میں سے ہوتے ہیں۔ شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب **التعریفات** میں سالک کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

« هو الذي مشى على المقامات بحاله لا بعلمه وتصوره، فكان العلم الحاصل له عينًا يأبى من ورود الشبهة المضلة له»35

سالک سے مراد وہ شخص ہے جو مقامات کو پانے کے لیے اپنے علم و تصور سے نہیں بلکہ اپنے حال سے چلتا

ہے۔ اس دوران وہ ایسے علم کو حاصل کرتا ہے جو علم گمراہی اور شک سے پاک ہوتا ہے۔

استقامت کا مفہوم

استقامت کا معنیٰ ہے راہِ راست پر قائم رہنا، اور سیدھا کھڑے رہنا، خط استوا سے بالکل نہ ہٹنا، شرعی احکام میں بعینہ ویسے عمل کرنا جیسے عمل کرنے کا حق ہے۔

اس کی وضاحت مختلف کتب کے مفاہیم کو سامنے رکھتے ہوئے یوں کی گئی ہے:

- قاموس المحیط میں استقامت سے مراد ہے: اعتدال ہے، یعنی کام کی تکمیل میں اعتدال اور میانہ روی کا راستہ اختیار کرنا۔36
- شرح الحكم العطائية میں استقامت سے مراد ہے: بلا افراط و تفریط درستی و پختگی کے ساتھ حق کی اتباع میں جمے رہنے کا نام استقامت ہے۔
- قواعد الطريقة میں استقامت سے مراد ہے: بندہ اپنے نفس کو قرآن و سنت کے آداب و اخلاق کا عادی بنائے اور خوبیوں کے ملکاتِ راسخہ کی تحصیل کر کے اپنے نفس کو ریاضت اور عمدہ اوصاف کا عادی بنائے۔

مشکاۃ المصابیح میں ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوڑھے ہونے کی خبر دی، ان الفاظ میں بیان فرمایا:

وَعَن أبي جُحَيْفَة قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ شِبْتَ. قَالَ: «شَيَّبَتْنِي سُورَةُ هُودٍ وَأَخَوَاتُهَا»37

حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ پر بڑھاپے کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سورۃ ھود اور اس جیسے مضمون کی دیگر سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔

اس حدیث میں سورۃ ھود اور اس جیسے دوسری سورتوں سے مراد ترمذی کی روایت کے مطابق **سورة المرسلات، عمَّ يتساءلون**، اور **سورة إذا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ** ہیں۔

شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے ذیل میں سورۃ ھود کی آیت ﴿فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ﴾38 کے ذیل میں استقامت کا مفہوم ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

«وذلك لأن الاستقامة على الطريق المستقيم من غير ميل إلى الإفراط والتفريط في الاعتقادات والأعمال الظاهرة والباطنة عسيرة جدًّا»39

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس لیے کہا کسی جانب میلان رکھے بغیر، اعتقادات اور اعمالِ ظاہریہ اور باطنیہ

میں افراط و تفریط کے بغیر سیدھے راستے پر ڈٹے رہنا بہت مشکل کام ہے۔

اس وجہ سے مجھے سورۃ ھود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔

شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لغت کے بعد **شرح الحکم العطائیۃ** اور **قواعد الطریقۃ** (دونوں تصوف کی کتب ہیں) میں سے استقامت کے مفہوم ذکر کر کے اس جانب اشارہ کیا کہ اس موقع پر صوفیا کی رائے کو ترجیح دینا اولیٰ ہے۔ کیوں کہ صوفیا ہر نیک کام میں استقامت پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ یہاں اس امر کو ثابت کیا کہ اس حدیث میں (ثمَّ اسْتَقِم) میں استقامت سے اہلِ صوفیا کی اصلاح کے اہم پہلو کی جانب اشارہ ہے کہ یہ انسان اپنے نفس کو قرآن و سنت کے تابع کرے، آداب و اخلاق کا عادی بنائے، فضائل اور خوبیوں میں راسخ ملکہ حاصل کر کے نفس کو ریاضت اور عمدہ اوصاف کا عادی بنائے۔40

حضرت سفیان بن عبد اللہ نقل ہے فرماتے ہیں کہ:

«قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا بَعْدَكَ وَفِي رِوَايَةٍ: غَيْرَكَ قَالَ: " قُلْ: آمَنْتُ بِاللَّه **ثمَّ اسْتَقم**.»41

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کے متعلق کوئی ایسی بات بتائیں کہ میں اس کے متعلق آپ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں، اور ایک روایت میں ہے۔ آپ کے سوا کسی سے نہ پوچھوں، آپ ﷺ نے فرمایا: "کہو میں اللہ پر ایمان لایا۔ پھر ثابت قدم ہو جاؤ۔"

مشکاۃ المصابیح کی حدیث میں شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے استقامت کے مفہوم کو واضح کیا ہے، اور اس طرف توجہ دلائی ہے کہ استقامت کا اصل مصداق یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو کتاب و سنت کے تابع کر کے ریاضت اور عمدہ اوصاف پر قائم رکھے۔ مذکورہ حدیث میں تمام اوامر و نواہی کو کسی قسم کی سستی و کجی کے بغیر دوام، ثبات اور اعتدال کا خیال رکھتے ہوئے قائم کرنے کا نام استقامت دیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا مباحث سے درج ذیل نتائج اخذ کیے گے ہیں کہ بیعت کی روحانی اہمیت یہ ہے کہ یہ ایک معاہدہ ہے جس کے ذریعے سالک اپنے شیخ کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کا عہد کرتا ہے، جو اصلاح نفس اور روحانی ترقی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ خواطر کی سات اقسام میں سے چھ کا تعلق مخلوقات سے ہے، جن میں دنیاوی، اخروی، شیطانی، ملکی، نفسانی، اور روحانی خاطر شامل ہیں، جو انسان کے افعال اور رویوں پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہیں۔ شیخ کی ذمہ داری ہے کہ وہ سالک کی تربیت کرتے وقت اس کی اصلاح پر خاص توجہ دے، جیسے عمومی توبہ کرانا اور خاص گناہوں سے بچنے کی تلقین کرنا۔ بیعت کے بعد شیخ کا سالک کے لیے دعائے مغفرت کرنا ایک اہم

عمل ہے، جو اللہ تعالیٰ سے پچھلے گناہوں کی معافی کی درخواست کرتا ہے۔ مسلمانوں کا مشائخ کے ہاتھ پر بیعت طریقت میں شامل ہونا سنت سے ثابت ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عملی مثالوں پر مبنی ہے۔ بیعت کا مقصد نہ صرف روحانی رہنمائی فراہم کرنا ہے بلکہ یہ نفس کی اصلاح اور تقویٰ کی راہنمائی بھی کرتی ہے۔ بیعت کی رازداری اور معاملات میں احتیاط برتنا ضروری ہے، خصوصاً جب یہ دعوت و تبلیغ کے مستقبل سے تعلق رکھتا ہو۔ اسلامی تاریخ میں بیعت عقبہ نے مدینہ منورہ میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی اور مسلمانوں کے لیے ایک مضبوط مستقبل کی راہ ہموار کی۔ آخر میں، بیعت کے ذریعے افراد کو اخلاقی و روحانی ترقی حاصل ہوتی ہے، جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتے ہیں اور اپنی زندگیوں میں مثبت تبدیلیاں لاتے ہیں۔ یہ تمام نکات بیعت کی اہمیت اور اس کے مختلف پہلوؤں کو واضح کرتے ہیں۔

حواشی

1 القشيري، عبد الكريم بن هوازن بن عبد الملك (ت 465هـ)، **الرسالة القشيرية**، الناشر: دار المعارف، القاهرة، عدد الأجزاء: 2، [ترقيم الكتاب موافق للمطبوع]، جلد 1، صفحه نمبر 145۔

2 «**لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح**» جزء 7، صفحه نمبر 357، تحت حديث نمبر 4347۔

3 الملا الهروي القاري، علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين (ت 1014هـ)، **مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح**، الناشر: دار الفكر، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ - 2002م، عدد الأجزاء: 9، جزء 8، صفحه نمبر 3128، حديث نمبر 4994۔

4 التبريزي، محمد بن عبد الله الخطيب، **مشكاة المصابيح**، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985، عدد الأجزاء: 3، جزء 1، صفحه 27، حديث نمبر 74۔/محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (ت 279هـ)، **سنن الترمذي**، الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر، الطبعة: الثانية، 1395 هـ - 1975 م، عدد الأجزاء: 5، جزء 1، صفحه نمبر 27، حديث نمبر 74۔

5 البقرة: 268

6 "**القاموس المحيط**" صفحه نمبر 1068۔

7 «**لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح**»، باب الوسوسة، جزء 1، صفحه نمبر 331، حديث نمبر 74۔

8 «**لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح**»، باب الوسوسة، جزء 1، صفحه نمبر 331، حديث نمبر 74۔

9 «**لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح»**، باب الوسوسة، جزء 1، صفحه نمبر 331، حديث نمبر 74۔

10«**لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح** «جزء 1، صفحه نمبر 334۔

11» وهذا الخاطر أيضًا في الحقيقة داخل تحت خاطر الحق سبحانه؛ لأن قلب الشيخ بمثابة باب مفتوح إلى عالم الغيب، وهو واسطة بين المريد وبين الحق سبحانه، فيصل إمداد فيضه على قلب المريد بواسطته»«**لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح**، جزء 1، صفحه نمبر 334۔

12 «لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح» جزء 1، صفحه نمبر 332۔

13 دہلوی، شیخ عبد الحق محدث، **اشعة اللمعات** ، ناشر :مطبع نول کشور لکھنؤ ، سن اشاعت 1277 ہجری، کتاب الایمان، فصل دوئم، جزء 1، صفحه 36۔

14 رومي ، محمد داوود قيصري، **شرح فصوص الحكم**، ناشر، شركة انتشارات علمي وفرهنگي، جلد 1، صفحه 111، سن اشاعت 1375۔

15«به تمت الخواطر، وهو خاطر الحق عز وجل، فهو على ضربين: الأول: يأتي بواسطة، وهو جميع ما تقدم من الخواطر، فإنها مضافة إليه تعالى حقيقة وإلى غيره مجازًا، والثاني: يرد على السر بحكم الجبر لا يمكن الانفصال عنه ولا الانفكاك منه، فإن الحق تعالى ما تجلى بشيء إلا خضع له، واللَّه غالب على أمره» «**لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح**» جزء 1، صفحه 334

16 **«مشكاة المصابيح»** جزء 1، صفحه نمبر 20، حديث نمبر 45۔/**«مسند أحمد»** جزء 36، صفحه نمبر 497 ، حديث نمبر 22166۔/**«شعب الإيمان»** جزء 7، صفحه نمبر 497 ، حديث نمبر 5362۔/**«لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح»** جزء 1، صفحه نمبر 284، حديث نمبر 45۔

17 تفصیل کے لیے دیکھیے **«لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح»** جزء 1، صفحه نمبر 284، تحت حديث نمبر 45۔

18 آپ کا مکمل نام " أحمد بن محمد بن عبد الكريم بن عطاء الله تاج الدين أبو الفضل الإسكندراني الشاذلي " ہے، آپ سلسلہ شاذلیہ تصوف کا ایک سلسلہ ہے جس کے بانی ابو الحسن شاذلی بن عبد اللہ شریف حسینی المغربی ہیں، کے ساتھی ہیں۔ آپ تصوف کے میدان کے شاہ سوار ہیں۔ آپ نے اپنے شیخ اور ان شیخ کے مناقب تحریر کیے۔{تفصیل کے لیے دیکھیے: محمد بن علي بن محمد بن عبد الله الشوكاني اليمني (ت 1250ھ)، **البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع**، الناشر: دار المعرفة – بيروت، س ن، جزء 1، صفحه نمبر 107۔

19 تفصیل کے لیے دیکھیے **«لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح»** جزء 1، صفحه نمبر 284، تحت حديث نمبر 45۔

20 آپ کا نام أحمد بن أحمد بن محمد بن عيسى البرلسي شهاب الدين أبو العباس ہے، آپ زروق -الفاسي -المالكي اور الصوفي کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ کی پیدائش 846ء میں ہوئی جب کہ وفات 899ء میں طرابلس میں ہوئی۔ آپ کئی کتب کے مصنف ہیں۔ تصوف پر آپ کی کتب کے نام درج ذیل ہیں۔ تأسيس القواعد والأصول وتحصيل الفوائد لذوي الوصول في التصوف۔حزب البركات ووسيلة الفوز والنجاة۔عمدة المريد الصادق من أسباب المقت في بيان الطريق وحوادث الوقت۔ قواعد التصوف على وجه يجمع بين الشريعة والحقيقة ويصل الأصول والفقه بالطريقة رسالة كبيرة مطبوعة بمصر.قواعد الطريقة في الجمع بين الشريعة والحقيقة كتاب الأنس في شرح عيوب النفس لأبي عبد الرحمن السلمي، كفاية المريد قصيدة في الكلام۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: إسماعيل باشا بن محمد أمين بن مير سليم الباباني ، البغدادي [ت 1339 هـ]، **هدية العارفين أسماء المؤلفين و آثار المصنفين**، طبع بعناية: وكالة المعارف بإسطنبول، 1951 - 1955 هـ، ثم صَوّرتْه بالأوفست: (دار النشر الإسلامية ومكتبة الجعفري التبريزي بطهران)، (وعَنها) صَوّره كثيرٌ من الناشرين (كمكتبة المثنى ببغداد، ومؤسسة التاريخ العربي ودار إحياء التراث العربي ببيروت)، عدد الأجزاء: 2 جزء 1، صفحه نمبر 136۔

21 **«مشكاة المصابيح»** جزء 1، صفحه نمبر 13، حديث نمبر_18۔/ «**صحيح البخاري**» ، عَلَامَةُ الْإِيمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ، {إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ} ، جزء 1، صفحه نمبر 15، حديث نمبر 4612/18۔/ **«لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح»** جزء1، صفحه نمبر 244، حديث نمبر 18۔

22 ندوی ، پروفیسر ڈاکٹر تقی الدین ، در حاشیہ **«لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح»** جزء 1، صفحه نمبر 244۔

23 **«صحيح البخاري»** ،عَلَامَةُ الْإِيمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ،جزء 1، صفحه نمبر 15، حديث نمبر 18

24 **«صحيح البخاري»** ،وُفُودِ الْأَنْصَارِ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِمَكَّةَ، وَبَيْعَةِ الْعَقَبَةِ،جزء 3، صفحه نمبر 1413، حديث نمبر 3679۔

25 **«صحيح البخاري»** ،باب: {إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ}،جزء 4، صفحه نمبر 1857، حديث نمبر 4612۔

26 **«صحيح البخاري»** ،بَاب: تَوْبَةِ السَّارِقِ،جزء 6، صفحه نمبر 2494، حديث نمبر 4616۔

27 «اعلم أنّ البيعة هي العهد على الطّاعة كأنّ المبايع يعاهد أميره على أنّه يسلّم له النّظر في أمر نفسه وأمور المسلمين لا ينازعه في شيء من ذلك ويطيعه فيما يكلّفه به من الأمر على المنشّط والمكره وكانوا إذا بايعوا الأمير وعقدوا عهده جعلوا أيديهم في يده تأكيدا للعهد فأشبه ذلك فعل البائع والمشتري فسمّي بيعة مصدر باع وصارت البيعة مصافحة بالأيدي هذا مدلولها في عرف

اللّغة» ابن خلدون، عبد الرحمن بن بن خلدون (732- 808هـ)، **ديوان المبتدأ والخبر في تاريخ العرب والبربر ومن عاصرهم من ذوي الشأن الأكبر**، الناشر: دار الفكر، بيروت، جزء 1 صفحه 261۔

28 «**مشكاة المصابيح**» جزء 1، صفحه نمبر 13، حديث نمبر 18۔/ «**صحيح البخاري**» ، عَلَامَةُ الْإِيمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ ، {إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ}،جزء1،صفحه نمبر 15، حديث نمبر 4612/18۔/ «**لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح**» جزء1، صفحه نمبر 244، حديث نمبر 18۔

29 العسقلاني، أحمد بن علي بن حجر (773- 852هـ)، **فتح الباري بشرح البخاري**، الناشر: المكتبة السلفية – مصر، الطبعة: «**السلفية الأولى**» 1380 - 1390 هـ، جزء 1، صفحه نمبر 64۔

30 التوبة: 111

31 الفتح: 10

32 «**صحيح مسلم**» جزء 3، صفحه نمبر 1485 ت عبد الباقي، حديث نمبر 1858۔

33 الممتحنة: 12

34 (السجستاني، أبو داود، سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير الأزدي (ت 275)، **سنن أبي داود مع شرحه عون المعبود**، الناشر: المطبعة الأنصارية بدهلي- الهند، عام النشر: 1323 هـ، عدد الأجزاء: 4، جزء 2، صفحه نمبر41)

35 الجرجاني، علي بن محمد بن علي الزين الشريف (ت 816 هـ)، **كتاب التعريفات**، دار الكتب العلمية بيروت -لبنان، الطبعة: الأولى 1403هـ -1983م، صفحه نمبر 16۔

36 "**القاموس المحيط**" صفحه نمبر:1062۔

37 «**مشكاة المصابيح**» ، بَاب الْبكاء وَالْخَوْف، جزء 3، صفحه نمبر 1471، حديث نمبر 5354۔/ «**سنن الترمذي**» ، بَابٌ وَمِنْ سُورَةِ الْوَاقِعَةِ، جزء 5، صفحه نمبر 325، حديث نمبر 3297۔ «**لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح**» ، جزء 8، صفحه نمبر 555، حديث نمبر 5354۔

38 هود: 112

39 «**لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح**» جزء 8، صفحه نمبر 554، حديث نمبر 5353۔

40«**لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح** ، جزء1، صفحه نمبر 237۔

41 «**مشكاة المصابيح**» جزء 1، صفحه نمبر 12، حديث نمبر 15۔